ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

ایک یونٹ

اسلام کا ظہور جس خطۂ ارض میں ہوا اس کا تمدن زیادہ تر قبائلی تمدن تھا۔ ہر قبیلہ ایک چھوٹی سی مستقل ملت تھی۔ ان کے اخلاق بھی قبائلی اخلاق تھے جو اکثر غیر متمدن جنگ جو قبائل میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی نفسیات میں ایک زبردست محرک قبائلی عصبیت تھا۔ اخلاق کے عالمگیر ہونے کا کوئی تصور نہ تھا۔ اپنے قبیلے سے خارج کسی انسان کی جان و مال و آبرو کی کچھ قیمت نہ تھی۔ اخلاقی شیرازہ بندی جس قدر تھی وہ قبیلے کے افراد کے باہمی روابط میں تھی۔ اپنے قبیلے کے کارناموں پر تفاخر اور دوسرے قبائل کے متعلق طعن و طنز ان کی خطابت اور شاعری کا ایک بڑا عنصر تھا۔ نوعِ انسان کی وحدت تو کجا، اُن میں کسی ایسی ملت کا تصور بھی نہ تھا جس کے اندر قبائل ایک وحدت میں مربوط ہو سکیں۔ لوگ قرآن اور اسلام کے اندر معجزات ڈھونڈتے ہیں لیکن اسلام کا سب سے زیادہ محیر العقول معجزہ یہی تھا کہ ان متخاصم قبائل کو ایک وسیع تصورِ حیات کی بدولت متحد کر دیا۔ اس اتحاد نے ان کی تمام قوتوں کو مرتکز کر کے ان سے نوعِ انسان کی صلاح و فلاح کا کام لیا۔ انسانی قوتوں کی جو چھوٹی چھوٹی ندیاں تھوڑی دور تک رواں ہو کر صحرا کی ریت میں گم ہو جاتی تھیں۔ اُن کا رخ ایک ہی نصب العین کی طرف پھیر کر ایک نئی تہذیب اور نئے تمدن کا موجزن دریا بنا دیا جس نے دُور دُور تک انسانیت کی بنجر زمینوں کو بھی سیراب کر کے زرخیز بنا دیا۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا معجزہ اور انسانیت پر سب سے بڑا احسان تھا ——— قرآن کریم نے اس احسان کا ذکر اس آیت میں کیا ہے:۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔

تم پر اللہ نے جو انعام فرمایا ہے اُسے یاد کرو، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما دی۔ اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آتشیں گڑھے کے کنارے کھڑے تھے مگر اس نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔

لیکن قبائلی اور گروہی تعصبات کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ قبائلی نفس کا ڈھانچہ ہزارہا برس سے اپنے آپ کو مضبوط کر چکا تھا۔ اسلام نے تعصبات کے تنا ور درخت گرا دیے۔ بعض کو بیخ و بن سے بھی اکھاڑا لیکن بعض جڑیں تحت الشعور کی ظلماتی گہرائیوں میں اپنے ریشوں کو بے جان نہ کر سکیں۔

رسولِ اکرمؐ کی ربانی اور روحانی قوت نے بہت کچھ کیا لیکن قبائلی تعصبات کو ہمیشہ کیلئے نیست و نابود نہ کر سکی۔ اسلام کو

دینی اور سیاسی لحاظ سے قائم ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ قبائلی استکبار و تفاخر کے شیطان نے نفوس کو کمزور پا کر اپنا عمل شروع کر دیا۔ اس کے بعد ملت میں جو انتشار پیدا ہوا اس میں یہی تلبیسِ ابلیس کارفرما تھی ـــــ اسلام نے قبائل و اقوام میں نوعِ انسان کی تقسیم کا ایک ہی مقاد بیان کیا تھا کہ اس سے لوگوں کو ایک دوسرے کو پہچاننے میں سہولت ہوتی ہے کہ کوئی شخص کہاں کا ہے۔ کس معاشرتی ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے۔ کن رسوم و رواج کا پابند ہے۔ کس قسم کا قومی مزاج رکھتا ہے۔ تاکہ اس فہم سے باہمی روابط قائم کرنے میں مدد ملے۔

...... وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا

اور ہم نے تم کو مختلف گوتوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

تمام نوعِ انسان ہر حیثیت سے ایک ملت نہیں بن سکتی ـــــ اختلافِ مناہج و شعائر اور اختلافِ السنہ و الوان کو خلاقِ فطرت نے بھی مٹانا نہیں چاہا۔ خدا خود تنوّع کو پسند کرتا ہے اور کسی جبر سے تمام نوعِ انسان کو یک رنگ و یک آہنگ بنانا اس کی مشیت میں نہیں۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے الگ قانون اور الگ راستہ بنایا۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اَلْسِنَتِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔

آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور زبان و رنگ کے تنوّع میں اہلِ علم کے لئے نشانیاں ہیں۔

مزاج کے لحاظ سے عربی عربی رہے گا اور عجمی عجمی۔ لیکن اسلام نے اس کا اعلان کر دیا کہ قومی اور نسلی تفوق کوئی چیز نہیں کسی عرب کو عرب ہونے کی وجہ سے کوئی فوقیت حاصل نہیں اور نہ کسی عجمی کو عجمی ہونے کی وجہ سے کوئی برتری حاصل ہے۔ اصل برتری کردار کی برتری ہے۔ خواہ وہ گوروں میں پائی جائے اور خواہ کالوں میں۔ ابیض و اسود و احمر کی تمیز سطحِ جلد کے فرق پر مبنی ہے۔ قلب و دماغ سے اس کا کوئی طبعی اور نفسی رابطہ نہیں۔

لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالدِّیْنِ وَالتَّقْوٰی۔ (حدیث)

کسی عربی کو عجمی پر یا کسی عجمی کو عربی پر، کسی احمر کو اسود پر یا اسود کو احمر پر بجز دین و تقویٰ کے اور کوئی وجہِ شرف حاصل نہیں۔

اسلام نے ملّتوں کے اختلاف کو بحیثیت امرِ واقعہ تسلیم کیا۔ لیکن ان کو باہمی آشتی اور رواداری کا سبق پڑھایا۔ خوشی سے اپنے اپنے دین اور اپنے اپنے شعائر پر زندگی بسر کرو لیکن دوسروں سے تصادم پیدا نہ کرو۔ فتنہ و فساد سے بچو۔ نیکی کے معاملے میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور جہاں تک ہو سکے اس تعاون کے دائرے کو وسیع کرتے جاؤ۔ کسی صلح جو ملّت سے مصالحت میں دریغ نہ کرو۔ عدل تمام ملّی اختلافات سے بالاتر چیز ہے اس لئے یار و اغیار سب کے ساتھ عدل کا برتاؤ کرو۔ کوئی پرانی خصومت یا چھوٹا بڑا اختلاف تم کو اس طرف نہ لا سکے کہ تم انصاف سے قطع نظر کر لو۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۔

کوئی قومی تعصب تمہیں بے عدلی پر نہ ابھارے ـــــ عدل کرو کیونکہ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔

نیکی و تقویٰ کی باتوں میں ایک دوسرے کی مدد کرو مگر گناہ و سرکشی میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو۔

یہ بڑی تحریک انسانوں کی پہلی گروہی تقسیم کو پسِ پشت ڈال کر ایک نئی ملّت کی بنا ڈالتی ہے۔ ملّت سازی کے یہ محرکات کبھی لسانی ہوتے ہیں، کبھی نسلی، کبھی جغرافیائی، کبھی دینی اور کبھی اقتصادی۔ اسلام کا مقصد دین کی بنا پر ایک عالمگیر ملّت کی تعمیر تھا جس کی تہ میں ایک نظریۂ حیات تھا۔ اس کی غایت ایک نظریاتی (آئیڈیالوجیکل) ملّت کا قیام تھا۔ اس کی اخوت کی بنیاد حیات و کائنات کے متعلق ایک نقطۂ نگاہ تھا۔ دوسرے وجوہِ امتیاز اس کے نزدیک اساسی نہ تھے۔ اسلامی مملکت چند سالوں میں چار سوئے عالم میں پھیل گئی۔ قدیم زمانے میں شرق و غرب کے بے شمار ممالک میں اس جمہوری ری پبلک کا باقی رہنا محال ہو گیا جو اسلام کا نصب العین تھا۔ صدرِ مملکت کا انتخاب قابلِ عمل نہ رہا لیکن یہ نصب العین مسلمانوں کے عقائد و شعور میں سے کبھی مفقود نہیں ہوا۔ رفتہ رفتہ خلافت کی جگہ موروثی سلطانیت اور شہنشاہیت آ گئی لیکن دین کی حقیقت سے آشنا مسلمان یہ کبھی نہ بھولا کہ اسلام میں شاہی کا کوئی مستقل مقام نہیں اور مسلمان بادشاہوں کی اقتداری کشاکش کا دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ مسلمان فقہا نے جائز طور پر ایک مجبوری کے ماتحت اسے تسلیم کر لیا کہ سلطانی، بدنظمی اور فتنہ انگیزی سے بہتر ہے۔

مسلمانوں میں سے لسانی اور نسلی تعصبات کا پوری طرح سے قلع قمع نہ ہو سکا لیکن اسلام کی بدولت یہ احساس باقی رہا کہ مسلمان چین کا ہو یا مراکش کا، فرنگ کا ہو یا حبشہ کا، ایک دوسرے کا بھائی ہے۔ وہ وطنی اور لسانی، نسلی، جغرافیائی قومیت جس نے گذشتہ صدیوں میں مغرب میں جنم لیا اور جس کی بدولت مغرب نے بار بار قتل و غارت کا بازار گرم کیا، ملّتِ اسلامیہ کے خمیر کا جزو نہ بن سکی۔ ترکوں نے زمانہ حال میں اپنے سیاسی اور ملکی بقا کی خاطر مغرب کی تقلید میں مغرب کی نسلی اور لسانی قومیت کے جذبے کو ترقی دی لیکن مسلمان کچھ بھی ہو جائے آخر مسلمان ہی ہے۔ سیاسی مقاصد کو برطرف کر کے جب کوئی ترک کسی دور کے مسلمان سے ملتا ہے تو اس کی روح میں اخوت اور مودّت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ بعض مغربی یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ترکوں نے ملّتِ اسلامیہ سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا ہے لیکن جن پاکستانیوں کو زمانۂ حال میں ترکی میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے انہوں نے یہ دیکھا اور محسوس کیا ہے کہ ترک ملّتِ پاکستان کو برادرانہ ملّت کہتے ہیں۔ بین الاقوامی روابط میں بھی وہ یہی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور اس بارے میں ان کے قول و احساس و عمل میں کوئی فرق نہیں۔ سیاسی کشاکش میں ان میں عربوں سے بیزاری پیدا ہوئی۔

لیکن یہ ایک آنی جانی چیز ہے۔ جیسے دو بھائیوں میں تقسیم جائداد کا جھگڑا منافرت پیدا کر دیتا ہے لیکن جب ایک بھائی کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو دوسرے کے قلب کی گہرائیوں میں مودت کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ کمالی ترک جو اب بظاہر بہت سیکولر شمار ہوتے ہیں، ان میں سے ایک سر برآوردہ ماہر معاشیات اقوامِ متحدہ کی ایک کمیٹی کے سلسلے میں کئی ماہ تک لاہور میں رہا۔ بوقتِ رخصت وہ گورنر پنجاب کو خدا حافظ کہنے کے لئے گیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ سردار عبدالرب نشتر نے پوچھا کہ "بھائی تم پر اس قدر رقت کیوں طاری ہو رہی ہے؟" اس نے کہا کہ "اس کمیٹی کے سلسلے میں مجھے غیر اسلامی ممالک میں بھی رہنے کا اتفاق ہوا لیکن میں نے وہاں اپنے تئیں مسافر اور اجنبی پایا۔ لیکن یہاں ان مہینوں میں سب نے میرے ساتھ ایسی اخوت اور محبت کا برتاؤ کیا کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں اپنی قوم اور اپنے وطن میں رہتا ہوں۔ اب اپنوں سے جدا ہوتے ہوئے میں بہت مغموم ہوں۔"

ملتِ اسلامیہ اپنی وسعت اور پھیلاؤ کی وجہ سے کئی مملکتوں میں بٹ چکی ہے۔ انڈونیشیا اور ترکی، پاکستان اور مراکش ایک ملک نہیں بن سکتے۔ سب کے سیاسی اور معاشی مسائل جدا جدا ہیں اب یہ ملت کئی اقوام پر مشتمل ہے۔ لیکن مصطفےٰ کمال جیسے دنیاوی سیاستدان اور قائد نے بھی اس نصب العین کو کئی افراد کے سامنے بیان کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان قوم اپنی جگہ منظم اور مضبوط ہو جائے اور اس کے بعد ان تمام اقوام کے روابط کو استوار کر کے ان کی شیرازہ بندی اس انداز کی ہو کہ وہ تمام اہم امور میں ایک دوسرے کی معاون ہو سکیں جن اقوام میں اندرونی انتشار اور کمزوری ہے ان کی وحدت سے اس وقت کوئی مؤثر نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ مغربی سیاست نے عربوں کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ان کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں اپنے اقتدار کے ماتحت الگ قائم کر دیں۔ ان کو ایک دوسرے کا حریف بنا دیا لیکن ان عربی ممالک کے تمام صالح مفکرین مسلسل اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ یہ تمام عربی ممالک مضبوط رشتۂ وحدت میں منسلک ہو جائیں۔ تاریخی اعتبار سے وہ زمانہ دور نہیں جب کہ تمام عرب اقوام حریف ہونے کی بجائے صمیمِ قلب سے حلیف ہو جائیں گی اور اس کے ساتھ ساتھ باقی عالمِ اسلام سے اپنے روابط استوار کر لیں گی۔

اب آیئے ذرا دیکھیں کہ ہمارے پاکستان کا کیا حال ہے۔ پاکستان بنانے کے لئے اس غرض سے سعی اور ایثار کیا گیا کہ اس برِ اعظم میں رہنے والے مسلمان سب ایک ملت ہیں اور یہ کثیر التعداد ملت جو اپنا مخصوص زاویۂ نگاہ اور اندازِ حیات رکھتی ہے ہمیشہ کے لئے ایک لاچار اقلیت نہیں رہ سکتی جو ایسی قوم کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرے جس کے مقتدر افراد تک معاشرت کا کوئی رابطہ بھی مسلمانوں سے رکھنے کے لئے تیار نہیں اور جنہیں محض چھونا ان کے دھرم کو غارت کر دیتا ہے۔ شرق و غرب میں ہندوستان کے دو ایسے وسیع اقطاع تھے جہاں ان کی اکثریت تھی تقدیر و تدبیر نے ان دو بازوؤں کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا کہ اب اپنی وحدتِ ملت کی بنا پر جیسی زندگی چاہو اس میں بسر کرو۔ لیکن یہ بازو ایسے پرندے کے بازو تھے جسے اب بھارت کہتے ہیں۔ انتظامِ مملکت کے لحاظ سے یہ دو الگ ممالک بھی بن سکتے تھے لیکن مسلمانوں نے کہا کہ مکانی دوری ہماری وحدت میں حائل نہیں ہو سکتی۔ ہم ان دونوں کو ایک ہی مملکت بنائیں گے۔ کیا اسلام کی وحدت جغرافیائی تقسیم پر غالب نہیں آسکتی۔ ہمارا مطالبہ اور نظریہ یہی تھا کہ ہم ایک ہی ناقابلِ تقسیم ملت ہیں یہ دونوں حصے

دوری کے باوجود ایک ہی مملکت رہیں گے۔ لیکن حصولِ مدعا کے بعد صوبائی کشاکش شروع ہوگئی۔ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو اسلام کے علاوہ اردو زبان نے متحد الخیال بنا دیا تھا۔ اسلامی افکار کا بیش بہا ذخیرہ اس زبان میں موجود ہے۔ شرق و غرب، شمال و جنوب کے مسلمان اسی زبان کی بدولت ایک دوسرے سے بے تکلفی سے ملتے، تبادلۂ افکار کرتے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ رابطہ آفرینی اور وحدتِ تاثر میں زبان کی یکسانی ایک زبردست نفسیاتی عامل ہے۔ جب ایک دوسرے سے کھل کر بات نہ ہوسکے تو خالی عقاید دینی کی وحدت موثر نہیں ہوتی۔ قائد اعظم محمد علی جناح کو اس کا پورا احساس تھا۔ ان کی اپنی گھریلو بول چال کی زبان گجراتی تھی۔ لیکن تمام مسلمانوں سے جو انگریزی داں نہ تھے وہ اردو میں گفتگو کرتے تھے۔ بنگال میں جا کر انہوں نے اعلان کیا کہ وحدتِ دین کے علاوہ وحدتِ زبان ملت کی شیرازہ بندی کے لئے لازمی ہے لہٰذا شرقی اور غربی پاکستان کی قومی زبان اردو ہوگی۔ اس اعلان پر کسی معترض نے صدائے احتجاج بلند نہ کی۔ اس کے بعد کچھ حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشی اور مصلحت ناشناسی سے اور کچھ تفرقہ اندازوں کی شر انگیزی سے زبان کا جھگڑا ایک فتنہ بن گیا۔ پھر انہی فتنہ انگیزوں نے بنگال کی نیم خود مختاری کا علم بلند کیا تاکہ تھوڑی دور چل کر بنگال کلیتہً یا عملاً خود مختار ہو جائے اور پھر شرقی و غربی حصوں میں متحدہ بنگال کا نعرہ بلند کر کے پورے بنگال کے شاملِ بھارت ہو جانے کا امکان پیدا ہو جائے۔ وہاں کی مسلم لیگ کے سیاسی رہنما عقل و خرد اور حقیقی مسائل سے بیگانہ تھے۔ انہوں نے جو گھروندا بنا رکھا تھا وہ کچی مٹی کا تھا جو ایک ہی ٹھوکر سے پیوندِ زمین ہوگیا۔ ان مسلم لیگیوں کے مخالف گروہ طرح طرح کے تھے۔ کوئی اشتراکی تھا، کوئی اسلام کا دشمن، کوئی دشمنوں کا دوست، کوئی پاکستان کا مخالف اور کوئی دوست نما دشمن۔ ان سب میں قدرِ مشترک مسلم لیگ کی مخالفت تھی جس نے بنگال میں تعمیری کاموں میں حصہ نہ لیا تھا۔ عوام کی بھلائی کے لئے کوئی تنکا تک نہ ہلایا تھا۔

سیاسی اور جغرافیائی مجبوریوں نے پاکستان کے دو حصے کر دئے۔ پاکستان بنانے کی جو ضرورت تھی وہ ہر دو حصص میں موجود تھی لیکن بعدِ مکانی کی وجہ سے دونوں کے نظم و نسق کو اس انداز سے یکساں اور متحد کرنا دشوار ہے جس انداز سے ملحقہ اقطاعِ زمین کو ایک مملکت بنا کر نظم و نسق کی تفصیلات میں بھی منسلک کر سکتے ہیں۔ ایسی صورتوں کا حل تاریخِ انسانی کا وسیع تجربہ قابلِ عمل صورت میں کئی مقامات میں پیش کر چکا ہے۔ اس کی ایک صورت فیڈریشن ہے اور دوسری کنفیڈریشن۔ ان دونوں کا فرق اضافی فرق ہے جہاں اندرونی معاملات میں دو حصوں کے اختیارات ممکنہ طور پر وسیع ترین ہوں اسے کنفیڈریشن کہتے ہیں اور جہاں اہم امور میں ربط زیادہ قریبی اور استوار ہو اس کے لئے فیڈریشن کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ پاکستان کے موجودہ حالات ایسے ہیں کہ فیڈریشن سے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں لیکن کنفیڈریشن میں شدید خطرات ہیں۔ دونوں حصوں کی حفاظت، قوت اور ترقی کا مدار دونوں کو اہم امور

میں مربوط و متحد رکھنے پر ہے اس کی بہترین قابلِ عمل شکل فیڈریشن ہے۔ جغرافیائی مجبوری کی وجہ سے فیڈریشن دو حصوں کے مابین ہو سکتی ہے۔ مشرقی پاکستان کو ایک وحدتِ تنظیمی بنایا جائے اور مغربی پاکستان کو دوسری وحدت۔ نہ مشرقی پاکستان کوئی بڑا وسیع ملک ہے اور نہ مغربی پاکستان۔ مشرقی پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کے نہایت گنجان خطوں میں سے ہے۔ تھوڑی سی زمین ہے جہاں پانی نے بہت سا حصہ گھیر رکھا ہے۔ مغربی پاکستان میں آبادی اس کے مقابلے میں کسی قدر کم ہے لیکن کثیر حصہ ایسے دشت و بیابان و کہسار پر مشتمل ہے جس میں موجودہ حالات میں انسان زندگی کی ابتدائی اور اساسی ضروریات بھی فراہم نہیں کر سکتے۔ لیکن بہرحال ایک مسلسل اور ملحق علاقہ ہے۔ اس مختصر سی مملکت کو بھی نظم و نسق کے لئے ایک نہ بنا سکنا سیاسی کوتاہ نظری اور اسلامی زاویۂ نگاہ کے فقدان کا نتیجہ ہوگا۔ اس مختصر ملک کو آٹھ نو حصوں میں اس طرح بانٹنا کہ ہر حصہ دوسرے کا حریف اور خود مکتفی ہونے کی کوشش کرے، ایک ادنیٰ درجے کی سیاسی اور معاشرتی خودغرضی ہے۔ سب سے پہلے یہ قابلِ غور ہے کہ یہ حصے کس نے بنائے؟ اس کا جواب سادہ اور ناقابلِ تردید ہے کہ یہ تقسیم انگریزی عملداری نے اپنی انتظامی سہولتوں کے لئے کی۔ کبھی سہولت اس میں دیکھی کہ پنجاب اور سرحد اور دہلی تک کے علاقے کو ایک ہی نظم و نسق میں منسلک کیا جائے، کبھی سندھ کو صوبہ بمبئی کا ایک حصہ بنایا، پھر کبھی اس سے علیحدہ کر دیا۔ بہاولپور کی ریاست کسی قومی یا لسانی فرق سے نہ بنی تھی، خیرپور یا دیگر ریاستوں کی طرح یہ تاریخی حوادث کی پیداوار ہے۔ ہندوستان نے اقتدار حاصل کرنے کے تھوڑے عرصہ بعد بے شمار ریاستوں کو صوبوں میں ضم کر دیا یا ان کی انفرادیت کو کسی نئی تنظیم کے ماتحت لے آیا۔ لیکن خودغرض سیاست پیشہ قائدین نے یا ایسے زمینداروں اور جاگیرداروں نے جن کو اپنا انسانیت کُش اقتدار خطرے میں نظر آیا، صوبوں اور ریاستوں کو الگ مستقل مملکتیں بنانے کی ٹھان لی۔ خدا کا شکر ہے کہ حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ سچے محبانِ پاکستان کی آنکھیں کھلیں اور وہ اس پر آمادہ ہو گئے کہ جس طرح مشرقی پاکستان ایک تنظیمی وحدت ہے اسی طرح مغربی پاکستان بھی ایک تنظیمی وحدت بن جائے جس کی مجلسِ شوریٰ ایک ہو، جس کے منسٹر و وزیر اس خطّے کے ہر حصے سے منتخب کئے جائیں وزارت کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے والوں اور ریشہ دوانیاں کرنے والوں کی تعداد کم ہو جائے۔ اس غریب ملک کو بے شمار فالتو عہدہ داریوں سے نجات ملے جو غیرضروری طور پر ملک کے محاصل کو جذب کر رہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مختصر خطّے میں بھی کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ فطری طور پر جو زبانیں بھی عالمِ انسانی میں پیدا ہوئیں ان کا علاقہ ہمیشہ محدود ہی رہا ہے۔ وسیع مملکتوں اور وسیع ملتوں کے قیام نے ہمیشہ یہی کیا کہ ایک ترقی یافتہ زبان کو منتخب کر کے قومی علمی اور معاشرتی زبان بنا لیا جس سے بے شمار افراد ایک نفسیاتی رشتے میں منسلک ہو گئے۔ برطانیہ جیسے مختصر ملک میں بھی کئی زبانیں موجود تھیں اور اب بھی موجود ہیں۔ اسکاٹ لینڈ والوں کی ایک اپنی زبان ہے ویلز والوں کی زبان ایسی مختلف ہے کہ اسکاٹ لینڈ والے اور انگریز اس کو آسانی سے نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن انگریزی زبان

سب پر محیط ہو گئی۔ فرانس میں بھی کئی ڈائیلکٹ تھے اور اب بھی ہیں جنہیں پاتوا کہتے ہیں لیکن معیاری فرانسیسی تہذیب و تمدن اور علوم و مملکت کی زبان بن گئی جسے سب نے تسلیم کر لیا۔ جرمنی کی مختلف زبانوں کا بھی یہی حال ہوا۔ اسلام کے ظہور کے وقت جزیرہ نمائے عرب کی بھی یہی کیفیت تھی۔ مختلف حصّوں کی زبانوں میں بہت فرق تھا لیکن آخر میں قرآن اور قریش کی معیاری عربی دینی، ادبی اور ملّی زبان بن گئی —— مغربی پاکستان میں تاریخ کی روش، مسلمانوں کے ذوق اور اُردو زبان کی صلاحیت کی بدولت یہ زبان خود بخود علمی اور ثقافتی زبان بن گئی ہے۔ اس رابطے کو اور استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ سندھی، پنجابی، بلوچی، براہوی، بولنے اور لکھنے والے اپنی اپنی محدود زبانوں سے اب بھی فطری وابستگی رکھتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اُردو زبان ہی سے کام لیتے ہیں۔ ہمارے ہمسایہ ملک افغانستان میں کئی نسلوں کے لوگ آباد ہیں اور کئی زبانیں بولتے ہیں، لیکن افغانستان ایک مملکت شمار ہوتا ہے۔ اودھر ہمارے حدود سے ملا ہوا ایران ہے، وہ اب ایک ملک ہے اور اس میں ایک ہی ملّت ہے۔ اگرچہ اس میں بھی فارسی کے علاوہ اور زبانیں موجود ہیں۔ کردی بھی موجود ہے اور ترکی بھی۔ ترکوں نے بھی اپنی ملّت میں وحدت کو استوار کرنے کے لئے ترکی زبان ہی کو ایک وسیلہ بنایا ہے —— مغربی پاکستان ان ممالک سے ملا ہوا ایک اسلامی ملک ہے۔ کیا بدقسمتی ہوگی اگر ہم اس خطے میں بھی افغانستان، ایران اور ترکی کی طرح ایک ملک و ملّت نہ بنا سکتے —— اب جبکہ مغربی پاکستان ایک وحدت بن رہا ہے، صوبائی ذہنیت کے تقاضے ابھی تک موجود ہیں ہر صوبہ آبادی کے تناسب سے وزارتوں اور عہدوں کو بانٹنا چاہتا ہے، اور اس ڈگر پر چل رہا ہے کہ پنجاب صرف پنجابیوں کے لئے ہے، سندھ سندھیوں کے لئے، سرحد سرحدیوں کے لئے اور بلوچستان بلوچیوں کے لئے۔ از روئے معاہدہ ایسی دیواریں کھڑی کرنا چاہتے ہیں کہ ایک صوبے کے آدمی کو دوسرے صوبوں میں کوئی حقوق حاصل نہ ہوں۔ پنجابی سرحد میں اجنبی کہلائے اور سندھی بلوچستان میں غیر شمار ہو۔ یہ ضرور ہے کہ اگر اہلیت مساوی ہو تو ایک محدود خطّہ کے باشندوں کو دُور والے پر ترجیح ہونی چاہئے۔ پسماندہ لوگوں کو تعلیم کے ذریعے سے ترقی یافتہ لوگوں کے برابر بٹھایا جائے لیکن اگر ایک صوبے میں رہنے والے کے لئے صلاحیت کے باوجود دوسرے صوبوں کے دروازے بند ہوں تو ایسی وحدت کو وحدتِ ملّی کہنا ایک دھوکے کی بات ہوگی۔ مشترکہ ہندوستان میں ہم ہر چیز میں ہندوؤں سے اپنا حصہ بٹانا چاہتے تھے، کبھی آبادی کے تناسب سے اور کبھی تناسب سے کچھ زیادہ، اور وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ ہم ہندوؤں سے الگ قوم ہیں جب تک نمائندگی اور عہدہ داریوں میں ہمارے حصے مقرر اور متعین نہ ہوں، ہم کو غیر قوم سے خطرہ ہے۔ اب پاکستان بننے کے بعد اگر اس میں آٹھ قومیں یہ نعرہ لگاتی ہوئی کھڑی ہو جائیں کہ ہم الگ الگ قومیں ہیں اور اگر صلاحیت اور اہلیت کو برطرف کر کے ہمارے حصے متعین نہ کئے جائیں اور دوسرے صوبوں والوں کو ہم سے دُور نہ رکھا جائے ہم ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے اور نہ ہم کسی وحدت میں شریک ہو سکتے ہیں تو بتائیے کہ ہماری وحدتِ اسلامی اور

وحدتِ ملّت کا وعدہ اور دعویٰ بے بنیاد ثابت نہ ہوگا؟

پاکستان کے لئے دو شدید خطرے ہیں۔ ایک صوبائیت اور دوسرا مذہبی فرقہ پرستی۔ ان دونوں کی بدولت پاکستان میں شدید فسادات برپا ہو چکے ہیں۔ یہ دونوں تشدد، تفریق اور تخریب کے عناصر ہیں۔ فرقوں کے تنگ نظر لوگ ایک دوسرے کو سرے سے مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ کبھی علانیہ طور پر اور کبھی دبی زبان سے تکفیر کا بازار گرم رہتا ہے۔ خود ساختہ علماء نے جمع ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور، اس کا آئین، قرآن وسنّت کے مطابق ہونا چاہیئے اور کہا کہ یہ مطالبہ سب کا متفقہ مطالبہ ہے۔ لیکن کون سا قانون قرآن وسنّت کے مطابق ہونا چاہیئے اور کون سا نہیں اس کا فیصلہ ہر فرقہ الگ الگ کرے گا۔ پاکستان کا فرض ہوگا کہ ہر فرقے کو تسلیم کرے اور ہر فرقے کی مخصوص تاویل اور مخصوص شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام ایک ہے، اس کا قرآن ایک ہے، اس کا رسولؐ ایک ہے، اس کا قبلہ ایک ہے، اس کی شریعت ناقابلِ تغیّر اور ابدی ہے۔ لیکن وہ شریعت کیا کہتی اور کیا چاہتی ہے، اس کے لئے متضاد و دو ملّت کی الگ الگ تاویلات کو مستند شمار کیا جائے اور پاکستان کے دستور میں ہر فرقے کا یہ حق ثبت کر دیا جائے۔ ایسی ہی فقیہانہ تنگ نظری اور اصولی و فروعی پیکار سے تنگ آکر ترکوں نے اسٹیٹ کو سیکولر قرار دیا۔ معترضین کہتے ہیں کہ انہوں نے شدید غلطی کا ارتکاب کیا، کسی اسلامی ملّت کے آئین اس کے دین سے الگ نہیں ہو سکتے اور یہ کہتے ہیں کہ اگر ترکوں میں بصیرت اور علم ہوتا تو بدلتے ہوئے حالات میں بذریعہ اجتہاد وہ قرآن وسنّت کی بنا پر ہر قسم کے ضروری قوانین وضع کر سکتے تھے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد وافکار کی بنا پر فقہ جدید کی تشکیل ممکن تھی۔ ہم یہاں اس پر کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے کہ ترکوں نے کیوں یہ راہ اختیار نہ کی۔ لیکن فرقہ وارانہ تعصبات کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ نیک نیتی سے پاکستان کو بھی ترکوں کی طرح سیکولر اسٹیٹ بنانے کی طرف مائل ہیں۔ یہ خطرہ صرف اسی طرح رفع ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے حکمران جس طرح صوبائیت کی بیماری کا علاج تجویز کر رہے ہیں اسی طرح مذہبی فرقہ داری کا بھی علاج کیا جائے۔ مملکت کے تمام اہم اقدامات کو قرآن وسنّت کی اساسی تعلیم کے ساتھ وابستہ کر کے مسلمانوں کے ضمیر کو مطمئن کیا جائے ورنہ یہی ہوگا کہ جو قدم اٹھایا جائے گا اس کے متعلق ہر فرقہ اپنی بولی بولنے لگے گا۔